ہمدرد شوریٰ پاکستان

مدیر اعلیٰ: قومی صدر ہمدرد شوریٰ پاکستان
محترمہ سعدیہ راشد

فروری 2026

جلد............02
شمارہ:2026

موضوع فکر

''ہنگامی صورتِ حال میں ریاست، ادارے اور شہری ذمے داری''

............نکاتِ فکر ہمدرد شوریٰ............

اجلاس کراچی	4رفروری 2026
اجلاس پشاور	10رفروری 2026
اجلاس راولپنڈی/ اسلام آباد	10رفروری 2026
اجلاس لاہور	4رفروری 2026

ترتیب و پیشکش
ایونٹس/ پروگرام/ پبلی کیشنز
ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، مرکزی دفتر کراچی
16ویں منزل، بحریہ ٹاؤن ٹاور، پی ای سی ایچ ایس بلاک 2،
کراچی پاکستان 75400 ٹیلی فون 021-38241611

مرتب کردہ:
ڈاکٹر ثناء غوری

رپورٹ

محمد نعمان قیوم پشاور
محمد امان اللہ نیازی راولپنڈی/ اسلام آباد
سید علی بخاری لاہور
ڈاکٹر ثناء غوری کراچی

ہمدرد شوریٰ کے اراکین کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

ہمدرد شوریٰ پاکستان کا اجلاس، فروری 2026ء موضوعِ بحث ''ہنگامی صورتِ حال میں ریاست، ادارے اور شہری ذمے داری''

حادثات کسی بھی وقت، کسی بھی جگہ پیش آ سکتے ہیں اور ان کی نوعیت مختلف ہو سکتی ہے۔ چاہے وہ آگ، زلزلہ، سیلاب، صنعتی حادثات یا دیگر قدرتی آفات ہوں۔ یہ ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ ہماری تیاری، حفاظتی اقدامات اور فوری ردِعمل کتنا اہم ہے۔ ہر واقعہ کے بعد ہمیں اپنی کمزوریوں کا احساس ہوتا ہے، لیکن اکثر یہی احساس وقتی رہ جاتا ہے اور عمل کی صورت نہیں اختیار کرتا۔ ہمارے معاشرے میں کئی جگہوں پر حفاظتی اقدامات نظرانداز کیے جاتے ہیں، خطرناک تعمیرات کی اجازت دی جاتی ہے اور بنیادی حفاظتی نظام کی اہمیت پر توجہ نہیں دی جاتی۔ اس کی وجہ کبھی انتظامی غفلت ہوتی ہے اور کبھی بدعنوانی، جس سے چھوٹے چھوٹے خطرات بڑے سانحات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں نہ صرف انسانی جانوں کو خطرہ ہوتا ہے، بلکہ مالی نقصان بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ہر حادثے کے بعد فوری ردِعمل، ذمے دارانہ رویہ اور محفوظ انفرااسٹرکچر کی ضرورت واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے ہر فرد اور ادارے کو اپنی سطح پر اقدامات کرنے ہوں گے، چاہے وہ تعلیمی ادارہ ہو، صنعتی فیکٹری، تجارتی مرکز یا رہائشی علاقہ۔ ابتدائی تیاری میں بنیادی حفاظتی آلات، تربیت اور ایمرجنسی کی منصوبہ بندی شامل ہونا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں، قدرتی آفات جیسے زلزلے اور سیلاب کے لیے پیشگی منصوبہ بندی اور مقامی انتظامیہ کے ساتھ رابطہ ضروری ہے، تاکہ نقصان کم سے کم ہو۔ حادثات کی روک تھام کے لیے ضروری ہے کہ قوانین اور ضوابط صرف کاغذ پر نہ رہیں، بلکہ ان کا مؤثر نفاذ ہو۔ احتساب، تربیت اور آگاہی کے ذریعے نہ صرف حادثات سے بچا جا سکتا ہے، بلکہ معاشرتی شعور میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ہر فرد کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنی حد تک حفاظت کے اقدامات کرے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے، تاکہ کسی بھی حادثے کی صورت میں جان و مال محفوظ رہ سکے۔

موضوع کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے، ہمدرد شوریٰ پاکستان کی قومی صدر محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ نے ہمدرد شوریٰ پاکستان کے اجلاس فروری 2026ء کے لیے ''ہنگامی صورتِ حال میں ریاست، ادارے اور شہری ذمے داری'' کو موضوعِ بحث تجویز کیا۔ اس اجلاس کا انعقاد پاکستان کے مختلف شہروں، پشاور، راولپنڈی/اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں کیا گیا۔ مجالس کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے کیا گیا۔ محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ، قومی صدر ہمدرد شوریٰ پاکستان نے اپنے پیغام میں اراکینِ شوریٰ کو غور وفکر کی دعوت دیتے ہوئے اپنے خط میں تحریر فرمایا کہ ہنگامی حالات، چاہے وہ آتش زدگی ہوں، قدرتی آفات یا صنعتی حادثات، محض وقتی واقعات نہیں ہوتے، بلکہ ہمارے اجتماعی نظام، منصوبہ بندی اور ذمے داری کے معیار کو آشکار کر دیتے ہیں۔ ایسے مواقع پر ہونے والا جانی و مالی نقصان ایک بنیادی سوال کو جنم دیتا ہے: کیا ہم واقعی ان حالات کے لیے تیار تھے؟ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے معاشرے میں بحران کے بعد تو گفتگو ہوتی ہے، مگر اس سے قبل پیش بندی، تربیت اور احتیاطی اقدامات کو مطلوبہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ نتیجتاً، بحران کی صورت میں ہم ذمے داری کے تعین کے بجائے الزام تراشی کا شکار ہو جاتے ہیں، حال آں کہ زیادہ تر صورتوں میں یہ ایک مشترکہ ناکامی ہوتی ہے۔ ریاستی سطح پر ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے ادارہ جاتی فریم ورک موجود ہے۔ ڈائریکٹوریٹ جنرل آف سول ڈیفنس، وزارتِ داخلہ کے تحت، شہریوں کی جان و مال کے تحفظ کے لیے فائر سیفٹی، فرسٹ ایڈ، ریسکیو اور ایمرجنسی انخلاء کی تربیت فراہم کرتا ہے اور سول ڈیفنس ایکٹ کے تحت ضلعی انتظامیہ کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے۔ تاہم سوال یہ ہے کہ کیا صرف اداروں کی موجودگی کافی ہے؟ یا اس کے ساتھ سماجی شعور، شہری ذمے داری اور سرکاری و نجی شعبوں کے باہمی اشتراک کو بھی مضبوط بنانا ناگزیر ہے؟ اس ضمن میں ادارہ جاتی ہم آہنگی، تعلیمی و سماجی شمولیت اور مستقل عوامی تربیت جیسے پہلو خصوصی توجہ کے متقاضی ہیں۔ ہنگامی حالات میں ہونے والا نقصان ہمیں بحیثیت قوم خود احتسابی پر مجبور کرتا ہے۔ اگر ہم اسے محض ایک سانحہ سمجھ کر نظرانداز کر دیں تو یہ ہماری اجتماعی ناکامی ہوگی، لیکن اگر اسے اصلاح اور پالیسی سازی کا ذریعہ بنائیں تو یہی نقصان مستقبل میں

تحفظ کی بنیاد بن سکتا ہے۔ اسی فکری زاویے سے ہمدرد شوریٰ پاکستان میں سنجیدہ، مدلل اور نتیجہ خیز گفتگو کی ضرورت ہے تاکہ ہم الزام سے آگے بڑھ کر حل اور قومی تیاری کی سمت قدم بڑھا سکیں۔

ہمدرد شوریٰ (کراچی) اجلاس

ہمدرد شوریٰ (کراچی) کا اجلاس صدر ہمدرد شوریٰ پاکستان محترمہ سعدیہ راشد کی زیرِ صدارت منعقد کیا گیا۔ اجلاس میں محترم جنرل (ر) معین الدین حیدر (اسپیکر)، محترم کرنل (ر) مختار احمد بٹ (ڈپٹی اسپیکر)، محترم ظفر اقبال، محترمہ خالدہ غوث، محترم امجد علی جعفری، محترم ابن الحسن رضوی، محترم سید مظفر اعجاز، محترم مبشر میر، محترم بریگیڈیر (ر) طارق خلیل، محترم انجینئر پرویز صادق، محترمہ ڈاکٹر رضوانہ انصاری، محترم انجینئر انوار الحق صدیقی، محترم سینیٹر عبدالحسیب خان، محترمہ پروفیسر ڈاکٹر تنویر خالد، محترمہ نوشابہ خلیل، محترم ڈاکٹر حکیم عبد الحنان، محترم کموڈور (ر) سدید انور ملک، محترم بریگیڈیر (ر) ڈاکٹر ریاض الحق، محترم عثمان دموہی، محترم جسٹس (ر) پرویز صادق، محترم رضوان احمد اور ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان سے سینئر منیجر پروگرامز اینڈ ایونٹس محترمہ ڈاکٹر ثناء غوری صاحبہ نے شرکت فرمائی۔ محترم طارق معین (ماہر ایمرجنسی رسپانس پلاننگ، پی آئی اے اور عمان ایئر میں طویل خدمات سرانجام دیں، اقوامِ متحدہ کے ساتھ انڈونیشیا اور سنگاپور سمیت متعدد بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کی) کو بہ طور مہمان مقرر اجلاس میں مدعو کیا گیا۔

محترم طارق معین صاحب نے اپنے کلیدی خطاب میں فرمایا کہ ہمیں ایک بہت اچھا پاکستان ملا تھا، مگر شاید ہماری نسل اس کی حفاظت نہ کر سکی اور اسے اُس مقام تک نہ لے جا سکی جس کا وہ حق دار تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہم نے ترقی تو کی، بلند و بالا عمارتیں تعمیر کیں، جدید مارکیٹس اور پلازے بنائے، مگر افسوس کہ ہم نے حفاظت اور احتیاط کو وہ اہمیت نہیں دی جو کسی مہذب معاشرے کی بنیادی پہچان ہوتی ہے۔ حال ہی میں گل پلازہ جیسے سانحات نے ایک بار پھر ہمیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس سے پہلے بھی متعدد حادثات میں قیمتی جانیں ضائع ہوئیں، مگر اس مرتبہ جس شدت سے لوگوں نے دکھ اور تشویش کا اظہار کیا، وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قوم کے اندر احساس ابھی زندہ ہے۔ کراچی سے خیبر تک ہر شخص نے اس سانحے کا درد محسوس کیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ احساس وقتی ہے یا ہم اسے مستقل شعور میں بدل سکیں گے؟ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ آگ جان لیتی ہے، حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ آگ عمارت کو نقصان پہنچاتی ہے، انسانوں کی جان زیادہ تر دھوئیں کی وجہ سے جاتی ہے۔ دھواں اصل قاتل ہے۔ کاربن مونو آکسائیڈ چند منٹوں میں دماغ کو آکسیجن کی فراہمی روک دیتی ہے۔ اگر چار منٹ تک دماغ کو آکسیجن نہ ملے تو ناقابلِ واپسی نقصان ہو سکتا ہے اور آٹھ منٹ کے اندر جان بھی جا سکتی ہے۔ انسانی جسم کے دیگر خلیے کسی حد تک خود کو بحال کر لیتے ہیں، مگر دماغی خلیے دوبارہ زندہ نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی آتش زدگی میں چند لمحوں کی غفلت قیمتی جانوں کے ضیاع کا سبب بن جاتی ہے۔ حادثات کے دوران اکثر اندھیرا چھا جاتا ہے، لوگ گھبراہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں اور انھیں یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ باہر نکلنے کا راستہ کہاں ہے۔ ایمرجنسی ایگزٹ کے راستے سامان سے بھرے ہوتے ہیں یا بند کر دیے جاتے ہیں۔ ایگزٹ سائنز یا تو موجود نہیں ہوتے یا روشن نہیں ہوتے۔ حالاں کہ انھیں خود روشن ہونے والا ہونا چاہیے، تاکہ بجلی منقطع ہونے کی صورت میں بھی رہنمائی فراہم کر سکیں، جیسا کہ ہوائی جہازوں میں ہوتا ہے۔ افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم کسی بھی پلازہ یا مارکیٹ کا جائزہ لیں تو ہمیں ٹوٹے ہوئے بجلی کے تار، سگریٹ نوشی، آتش گیر مواد، کچرے کے ڈھیر اور بند ایمرجنسی راستے نظر آئیں گے۔ گویا ہم ایک ایسے خطرے کے سائے میں زندگی گزار رہے ہیں جسے ہم نے معمول سمجھ لیا ہے۔ ہنگامی صورتِ حال میں ریاست، اداروں اور شہریوں تینوں کی مشترکہ ذمے داری ہوتی ہے۔ تکنیکی سطح پر ہمارے پاس پاکستان بلڈنگ کوڈ 2016 جیسا واضح دستاویز موجود ہے، جس میں پلازوں، اسکولوں، دفاتر اور کاروباری مراکز کے لیے حفاظتی اُصول درج ہیں، مگر مسئلہ قانون کی موجودگی کا نہیں، اس کے نفاذ کا ہے۔ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹیز، سول ڈیفنس اور فائر سروسز کو اپنے فرائض پوری دیانت اور پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ انجام دینا ہوگا۔ جب تک نگرانی اور عملدرآمد مؤثر نہیں ہوگا، قوانین

محض کاغذوں تک محدود رہیں گے۔
ادارہ جاتی سطح پر بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ متعلقہ افسران اور عملے کو فائر پروٹیکشن، الارم سسٹم، ایمرجنسی ایگزٹ اور سپریشن سسٹمز کی باقاعدہ تربیت دی جانی چاہیے۔ جامعات اور پیشہ ورانہ اداروں میں فائر انجینئرنگ اور ڈیزاسٹر مینجمنٹ کو فروغ دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔
دنیا میں ایسے بے شمار ماڈلز موجود ہیں جہاں تربیت، نگرانی اور جواب دہی کے مؤثر نظام نے حادثات کی شرح میں نمایاں کمی کی ہے۔تاہم ساری ذمے داری ریاست یا اداروں پر ڈال کر ہم خود بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ انفرادی ذمے داری بھی اتنی ہی اہم ہے۔کسی بھی عمارت کا اصل نقصان اس کے مالک، وہاں کام کرنے والے افراد اور ان کے خاندانوں کو ہوتا ہے۔ ہر گھر اور دفتر میں کم از کم فائر ایکسٹینگشرز، فائر بلینکٹ اور اسموک الارم ہونا چاہیے۔ایک معمولی سا خرچ جو عموماً دس سے پندرہ ہزار روپے کے درمیان ہوتا ہے کسی بھی خاندان یا ادارے کو ناقابلِ تلافی نقصان سے بچا سکتا ہے۔احتیاط ایک عادت ہے اور یہی عادت جان بچا سکتی ہے۔دنیا میں مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ بنگلہ دیش میں رانا پلازہ کے سانحے کے بعد بین الاقوامی برانڈز نے فیکٹریوں کو حفاظتی معیارات پر عمل کرنے کا پابند بنایا۔ انجینئرز کی تربیت کی گئی اور سخت نگرانی کا نظام قائم کیا گیا۔اسی طرح پاکستان میں ڈاکٹر رضوان نصیر کی قیادت میں ریسکیو1122 کا ماڈل متعارف ہوا، جو آج ایک کامیاب اور قابلِ تقلید مثال سمجھا جاتا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر نیت، منصوبہ بندی اور تسلسل ہو تو تبدیلی ممکن ہے۔
ہماری تاریخ گواہ ہے کہ 1973 کے سیلاب، 2005 کے زلزلے اور بلدیہ فیکٹری جیسے سانحات نے ہمیں بارہا خبردار کیا، مگر ہم مستقل اور ہمہ گیر اصلاحات نافذ نہ کر سکے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھیں۔ قوانین پر مؤثر عمل درآمد یقینی بنایا جائے۔ اداروں میں تربیت اور نگرانی کا مضبوط نظام قائم کیا جائے اور سب سے بڑھ کر گھروں، اسکولوں اور دفاتر میں حفاظتی شعور کو فروغ دیا جائے۔
اگر ہم نے اب بھی سنجیدگی اختیار نہ کی تو خدانخواستہ ایسے سانحات دوبارہ جنم لیتے رہیں گے۔ ایک ذمے دار ریاست، باکردار ادارے اور باشعور شہری مل کر ہی محفوظ معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمے داریوں کا صحیح ادراک عطا فرمائے اور ایسے فیصلے کرنے کی توفیق دے جو ہماری اور آنے والی نسلوں کی جان و مال کے تحفظ کا ذریعہ بن سکیں۔آمین۔
موضوع کا تفصیلی جائزہ اور تبادلۂ خیال کے لیے اسپیکر نے فاضل اراکین شوریٰ کو اظہارِ خیال کی دعوت دی ان کی بحث اور تبادلۂ خیال سے مندرجہ ذیل نکات مرتب ہوئے ہیں۔

- ☆ قوانین پر مؤثر اور بلا امتیاز عمل درآمد یقینی بنایا جائے۔
- ☆ بلڈنگ کنٹرول، سول ڈیفنس اور فائر سروس کے عملے کی پیشہ ورانہ تربیت لازمی کی جائے۔
- ☆ تمام سرکاری و نجی عمارتوں میں واضح اور روشن ایمرجنسی ایگزٹ سسٹم قائم کیا جائے۔
- ☆ سال میں باقاعدہ فائر ڈرل اور ایمرجنسی مشقیں کروائی جائیں۔
- ☆ تعلیمی اداروں میں فائر سیفٹی اور ڈیزاسٹر آگاہی کو نصاب اور سرگرمیوں کا حصہ بنایا جائے۔
- ☆ ہر گھر اور دفتر میں فائر ایکسٹینگشرز، فائر بلینکٹ اور اسموک الارم نصب کیے جائیں۔
- ☆ بجلی کے نظام اور آتش گیر مواد کی باقاعدہ جانچ اور محفوظ انتظام کو یقینی بنایا جائے۔
- ☆ میڈیا اور سماجی پلیٹ فارمز کے ذریعے حفاظتی شعور کو فروغ دیا جائے۔
- ☆ ریاست، ادارے اور شہری مشترکہ ذمے داری کے تحت احتیاط اور جواب دہی کا عملی مظاہرہ کریں۔
- ☆ تمام سرکاری و نجی اداروں میں باقاعدہ فائر ڈرل اور ایمرجنسی مشقیں لازمی قرار دی جائیں۔
- ☆ اسکول کی سطح سے فرسٹ ایڈ، آگ سے بچاؤ اور ہنگامی حالات کی تربیت نصاب میں شامل کی جائے۔
- ☆ ہر ادارے میں سیفٹی اور ڈیمیج کنٹرول کے تربیتی کورسز ترقی سے مشروط کیے جائیں۔
- ☆ دستیاب فنڈز کے شفاف اور مؤثر استعمال کو یقینی بنایا جائے۔
- ☆ تقرریوں اور انتظامی امور میں میرٹ اور پیشہ ورانہ اہلیت کو ترجیح دی جائے۔
- ☆ انتظامی سطح پر ہیلتھ، سیفٹی اور انوائرمنٹ کورسز متعارف کرائے جائیں۔
- ☆ سول ڈیفنس اور مقامی اداروں کو فعال بنا کر باقاعدہ نگرانی کا نظام قائم کیا جائے۔
- ☆ شہری سطح پر اجتماعی ذمے داری اور صفائی وحفاظتی

شعور کو فروغ دیا جائے۔

☆ کسی بھی بڑے حادثے کے بارے میں حتمی رائے صرف باقاعدہ فرانزک تحقیق کے بعد ہی دی جا سکتی ہے۔

☆ ویڈیو شواہد، عینی شاہدین کے بیانات، سسٹمز کی جانچ اور ماہرین کی رپورٹ کے بغیر کسی نتیجے پر پہنچنا درست نہیں۔ تاہم آتش گیر مادّے (پٹرول، کیمیکل وغیرہ) آگ کو تیزی سے پھیلا سکتے ہیں، لیکن اکثر صورتوں میں غفلت اور ناقص انتظامات ہی بڑے سانحات کا سبب بنتے ہیں۔

☆ عمارت کی منظوری کے وقت فائر سیفٹی تقاضے لازمی پورے کیے جائیں۔

☆ آتش گیر (Combustible) مواد کے استعمال کو محدود کیا جائے۔

☆ دو اطراف میں محفوظ اور کشادہ ایمرجنسی سیڑھیاں لازمی ہوں۔

☆ فائر ریزسٹنٹ دروازے اور دو گھنٹے تک محفوظ رکھنے والی پروٹیکٹڈ سیڑھیاں نصب کی جائیں۔

☆ اسموک ڈیٹیکٹر اور فائر الارم سسٹم فعال ہوں۔

☆ فائر ایکسٹینگشرز، ہوز ریل، ہائیڈرنٹ اور اسٹینڈ پائپ لازمی موجود ہوں۔

☆ ایمرجنسی ایگزٹ سائن بورڈز روشن (Illuminated) حالت میں نصب کیے جائیں۔

☆ ہر چھ ماہ بعد فائر ڈرل لازمی کروائی جائے۔

☆ ایویکیویشن پلان نمایاں جگہ پر آویزاں ہو۔

☆ عمارت کے مکینوں اور عملے کو تربیت دی جائے کہ ہنگامی صورت میں کیا کرنا ہے۔

☆ فائر انجینئرنگ بیورو یا علیحدہ آڈٹ ڈیپارٹمنٹ قائم کیا جائے۔

☆ سالانہ یا سہ ماہی انسپیکشن لازمی ہو۔

☆ سرٹیفکیشن محض کاغذی کارروائی نہ ہو، بلکہ عملی جانچ کے بعد دی جائے۔

☆ فائر بریگیڈ کے وسائل اور آلات کو جدید بنایا جائے۔

☆ ڈرون ٹیکنالوجی کو ہائی رائز عمارتوں میں نگرانی اور ریسکیو کے لیے استعمال کیا جائے۔

☆ اسنارکل اور ہائیڈرولک پلیٹ فارم گاڑیوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔

☆ بلڈنگ کا مالک قانونی طور پر فائر سیفٹی سہولیات فراہم کرنے کا پابند ہو۔

☆ متعلقہ اتھارٹیز کی غفلت کو بھی جوابدہ بنایا جائے۔

☆ حادثے کے بعد عارضی کمیٹیاں بنانے کے بجائے مستقل نظام تشکیل دیا جائے۔

☆ آگ کا ''روٹ کاز'' صرف شارٹ سرکٹ یا سگریٹ نہیں ہوتا، بلکہ اصل وجہ نظام کی کمزوری، ناقص نگرانی اور قوانین پر عمل درآمد نہ ہونا ہے۔ اگر حفاظتی اقدامات پہلے سے مکمل ہوں تو بڑے سے بڑا حادثہ بھی انسانی جانوں کے نقصان سے بچ سکتا ہے۔

☆ تعلیمی اداروں میں سول ڈیفنس، فرسٹ ایڈ اور ڈیزاسٹر مینجمنٹ کی عملی تربیت دوبارہ لازمی کی جائے۔

☆ خواتین کو خصوصی طور پر ہنگامی حالات میں انخلا، ابتدائی طبی امداد اور بقا کی مہارتوں کی تربیت دی جائے۔

☆ محلوں، مارکیٹوں اور رہائشی عمارتوں میں باقاعدہ ایمرجنسی ڈرلز اور آگاہی سیشن منعقد کیے جائیں۔

☆ سانحات کو سیاسی رنگ دینے کے بجائے پیشہ ورانہ تحقیقات اور اصلاحی اقدامات کو ترجیح دی جائے۔

☆ اسپتالوں، تعلیمی اداروں اور کمرشل عمارتوں میں فائر سیفٹی اور ایویکیویشن سسٹم کی باقاعدہ جانچ اور سرٹیفکیشن یقینی بنائی جائے۔

☆ موسمیاتی تبدیلی سے نمٹنے کے لیے قومی اور مقامی سطح پر پیشگی تیاری، ریسکیو تربیت اور کمیونٹی بیسڈ ریسپانس سسٹم قائم کیا جائے۔

☆ تیرنا اور دیگر بنیادی بقا کی مہارتوں کو عام تربیت کا حصہ بنایا جائے، تاکہ آفات کے دوران جانی نقصان کم کیا جا سکے۔

☆ ریاستی اداروں کے درمیان مؤثر رابطہ، شفافیت اور جوابدہی کا مستقل نظام قائم کیا جائے۔

☆ عمارتوں میں ایمرجنسی ایگزٹ اور اسٹیئر کیسز کو بلاک نہ ہونے دیا جائے اور دو گھنٹے تک آگ کی شدت برداشت کرنے والے فائر ٹینڈ راسٹرکچر نصب کیے جائیں۔

☆ سالانہ فائر آڈٹ اور باقاعدہ سرٹیفکیشن کا نظام قائم کیا جائے تاکہ تعمیر شدہ عمارتوں کی نگرانی ہو۔

☆ فائر سیفٹی کے قوانین اور پروٹوکول پر کرپشن اور بدانتظامی کو ختم کیا جائے، تاکہ مؤثر عمل درآمد ممکن ہو۔

☆ کاروباری ادارے اور مقامی مارکیٹیں خود حفاظتی اقدامات اپنائیں اور سیلف ہیلپ کے اُصول پر عمل کریں۔

☆ فائر فائٹرز اور عملے کے لیے باقاعدہ تربیت اور فائر ڈرلز کروائی جائیں، تاکہ ہنگامی حالات

میں بروقت اور مؤثر ردِعمل ممکن ہو۔

☆ معاشرے کے ہر فرد کو بنیادی فائر سیفٹی اور ایمرجنسی تربیت فراہم کی جائے، تاکہ ذاتی اور اجتماعی حفاظتی اقدامات کیے جاسکیں۔

☆ ملازمین کی بھرتی میں جعلی سرٹیفکیٹس اور رشوت کو مکمل طور پر ختم کیا جائے، تاکہ اہل افراد ہی ہنگامی خدمات میں شامل ہوں۔

☆ آگ بجھانے والے اور فرسٹ ایڈ فراہم کرنے والے عملے کو مستقل اور بار بار عملی تربیت دی جائے۔

☆ ہنگامی حالات میں جدید تکنیکوں اور آلات کے مؤثر استعمال کی تربیت یقینی بنائی جائے۔

☆ عملے کی کارکردگی اور صلاحیت کی سالانہ جانچ اور سرٹیفکیشن کی منظوری کا باقاعدہ نظام قائم کیا جائے۔

☆ ہنگامی ردِعمل کی استعداد بڑھانے کے لیے میرٹ اور شفافیت کے اُصولوں پر عمل درآمد کو لازمی بنایا جائے۔

☆ ایمرجنسی کے وقت عمارت کے تمام داخلی اور خارجی راستے کھلے اور قابلِ استعمال ہوں۔

☆ آگ لگنے کی صورت میں فوری اطلاع دینے کے لیے الارم سسٹمز اور سینسرز نصب کیے جائیں۔

☆ ایمرجنسی انخلا کی منصوبہ بندی ہر فرد کی رسائی کے مطابق ہو اور باقاعدہ ڈرلز کروائی جائیں۔

☆ ہر فرد، خاص طور پر عملہ، ہنگامی حالات میں تربیت یافتہ ہو، تاکہ بروقت اور مؤثر ردِعمل ممکن ہو۔

☆ عمارت اور کمیونٹی کی حفاظت کے لیے انتظامیہ اور معاشرہ باہمی ذمے داری اور تعاون کا نظام اپنائیں۔

☆ بچوں، خواتین اور خصوصی ضروریات والے افراد کے لیے ہنگامی تیاری اور سہولتیں یقینی بنائی جائیں۔

☆ انسانی ہمدردی اور فلاح و بہبود کے اُصولوں کو ہر حادثے یا ہنگامی صورتِ حال میں ترجیح دی جائے

☆ ہر عمارت کی منظوری صرف اس صورت میں دی جائے جب وہ مکمل طور پر محفوظ ہو اور ایمرجنسی ایگزٹ کھلے ہوں۔

☆ قوانین کے نفاذ، تعلیم و تربیت اور انفورسمنٹ کے تین مراحل پر بھرپور عمل درآمد کیا جائے۔

☆ ہر گھر میں فائر ایکسٹینگشرز، اسموک ڈیٹیکٹر اور فائر بلینکٹ لازمی رکھا جائے۔

☆ فائر بریگیڈ، پولیس اور پیرامیڈیکل وینز کے فوری ردعمل کے لیے رسپانس ٹائم تین سے پانچ منٹ تک یقینی بنایا جائے۔

☆ تعلیمی اداروں میں سول ڈیفنس اور فرسٹ ایڈ کی لازمی تربیت دی جائے، تاکہ ہر فرد ہنگامی حالات میں مؤثر ردعمل دے سکے۔

☆ معاشرہ اور افراد دونوں حفاظتی اقدامات میں فعال کردار ادا کریں، نہ کہ صرف حکومتی اداروں پر انحصار کریں۔

☆ ہر عمارت میں فائر سیفٹی کے اصول سختی سے نافذ ہوں اور ایمرجنسی ایگزٹ ہمیشہ کھلے رہیں۔

☆ انڈ پینڈنٹ فائر سیفٹی اتھارٹی قائم کی جائے جو صرف تعمیرات کا جائزہ لے اور پاکستان بھر میں اس کے اصول نافذ ہوں۔

☆ ذمے دار افراد، جیسے بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی، فائر ڈیپارٹمنٹ اور دیگر متعلقہ ادارے، اپنی ذمے داری سمجھیں اور فوری ردعمل دیں۔

☆ گورنمنٹ یا مقامی اداروں پر صرف انحصار نہ کریں، بلکہ سول سوسائٹی اور افراد بھی اپنی سطح پر محفوظ اقدامات کریں۔

☆ قدرتی آفات جیسے سیلاب یا زلزلے کے لیے مقامی اور قومی سطح پر منظّم پروٹوکولز اور ریسکیو پلان موجود ہوں اور عوام کو ان سے آگاہ کیا جائے۔

☆ افراد کو اپنی ذمے داری کا شعور ہو کہ وہ نہ صرف اپنے گھر، بلکہ اپنے معاشرے میں بھی حفاظت کے اقدامات کریں۔

ہمدرد شوریٰ (پشاور) اجلاس

ہمدرد شوریٰ پاکستان (پشاور) کے اجلاس میں محترم پروفیسر ڈاکٹر فخر الاسلام (اسپیکر)، محترم سید مشتاق حسین شاہ بخاری (ڈپٹی اسپیکر)، محترم جسٹس (ر) وجیہہ الدین، محترم قاری شاہد اعظم، محترم حاجی غلام مصطفیٰ، محترمہ پروفیسر غزالہ یوسف، محترمہ ڈاکٹر سیما شفیع، محترم میاں انور سید، ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان (پشاور) سے محترم محمد خالد اور محترم عابد شاہ نے شرکت کی۔ اجلاس میں محترم خالد وقاص چمکنی (صدر الخدمت فاؤنڈیشن خیبر پختونخوا) کو بہ طور مہمان مقرر مدعو کیا گیا۔ مہمان مقرر محترم خالد وقاص چمکنی نے اپنے کلیدی خطاب میں مذکورہ موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ 25,20 سالوں سے ہمارا یہ خطہ قدرتی آفات اور انسانی ساختہ آفات کا شکار رہا ہے اور قدرتی آفات کی ایک پوری سیریز جاری رہی ہے۔ ہنگامی صورتِ حال کے باعث ہمارا خطہ، خصوصاً یہ شہر، اس صورتِ حال کو دیکھتا بھی رہا ہے، اس کا سامنا بھی کرتا رہا ہے۔ کسی بھی ہنگامی صورتِ حال یا قدرتی آفت کا پیش آنا اپنی

جگہ ایک مشکل امر ہے، تاہم گزشتہ چند برسوں میں ایک اہم پیش رفت یہ ہوئی ہے کہ مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے رضا کار افراد اور ٹیمیں سامنے آئیں جنھوں نے ان آفات کے دوران انسانی جانوں کو بچانے، ریسکیو کرنے اور بعدازاں بحالی و آبادکاری کے عمل میں کردار ادا کیا۔ انھوں نے کہا کہ کسی بھی ریاست کی بنیادی ذمے داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو بہتر تعلیم، صحت کی سہولیات اور آفات سے تحفظ فراہم کرے۔ کسی ملک کی ترقی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاتا ہے کہ وہاں کے لوگ قدرتی اور انسانی ساختہ آفات سے کس حد تک محفوظ ہیں۔ دنیا بھر میں قدرتی آفات کا سامنا کیا جاتا ہے، لیکن مین میڈ ڈیزاسٹرز بھی اسی شدت سے موجود ہوتے ہیں، اس لیے ریاست پر لازم ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو ہر قسم کے خطرات سے بچانے کے لیے مئوثر اقدامات کرے۔ جاپان کی مثال دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ وہاں زلزلوں کے باوجود مضبوط انفراسٹرکچر اور پیشگی تیاری کے باعث لوگوں کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ہمارے ملک میں ایدھی فاؤنڈیشن، ریسکیو 1122، چھیپا اور الخدمت جیسے ادارے جذبہ خدمت کے تحت کام کر رہے ہیں، جب کہ شہریوں کی بھی ذمے داری ہے کہ مشکل وقت میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ 07-2006ء سے 2015ء تک پشاور میں تقریباً 361 چھوٹے بڑے بم دھماکے ہوئے جن میں رضا کاروں نے بھرپور ریسکیو خدمات انجام دیں۔ اسی طرح 2022ء کے سیلاب میں بھی بڑے پیمانے پر امدادی کام کیا گیا۔ انھوں نے بتایا کہ خیبر پختونخوا کے 36 اضلاع میں الخدمت کے 16 ہزار تربیت یافتہ رضا کار موجود ہیں جو کسی بھی آفت کی صورت میں فوری طور پر متحرک ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے تجویز دی کہ یونی ورسٹیوں اور کالجوں کی سطح پر نوجوانوں کے لیے 15 دن یا ایک ماہ پر مشتمل ڈیزاسٹر مینجمنٹ تربیتی پروگرام متعارف کرایا جائے اور اسے نصاب کا حصہ بنایا جائے، تاکہ نوجوانوں میں خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا ہو۔ انھوں نے بتایا کہ الخدمت ملک بھر میں ہزاروں یتیم بچوں کی کفالت کر رہی ہے، تھیلیسیمیا کے مریضوں کو مفت خون اور ادویات فراہم کی جا رہی ہیں، بلڈ کیمپس منعقد کیے جاتے ہیں اور شجر کاری کے لیے باقاعدہ شعبہ قائم ہے۔ حالیہ سیلابی صورتِ حال میں خواتین رضا کاروں نے بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ آخر میں انھوں نے کہا کہ الخدمت بلا تفریق مذہب و مسلک انسانیت کی خدمت پر یقین رکھتی ہے اور ہر ضرورت مند انسان کی مدد کو اپنا فرض سمجھتی ہے۔

☆ الخدمت فانڈیشن ایک معتبر اور قابلِ اعتماد ادارہ ہے۔ حکومت نے نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی بھی قائم کی ہے جس کا مقصد آفات سے بچاؤ اور مؤثر منصوبہ بندی تھا، مگر عملی طور پر اس کی کارکردگی نہ ہونے کے برابر دکھائی دیتی ہے، جو ایک بدقسمتی ہے۔ آفات سے نمٹنے میں سب سے اہم چیز پیشگی منصوبہ بندی ہے کہ ہم نے کس طرح بچاؤ کے اقدامات کرنے ہیں۔ اس معاملے میں ہماری اپنی کوتاہیاں بھی شامل ہیں۔ ہم اپنے گلی محلوں کی صفائی کا خیال نہیں رکھتے، گندگی پھیلاتے ہیں جس سے نالیاں بند ہوتی ہیں، ماحول متاثر ہوتا ہے اور مسائل بڑھتے ہیں۔ شجر کاری وقت کی اہم ضرورت ہے، ہمیں درخت لگانے چاہییں اور زمین کے کٹاؤ کے بارے میں خصوصاً دریا کنارے رہنے والے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہیے۔ مزید یہ کہ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ ایک مؤثر آپشن ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک میں جہاں حکومت اکیلے کام نہیں کر پاتی وہاں نجی اداروں کے ساتھ مل کر خدمات انجام دی جاتی ہیں۔ اسی طرح رضا کاروں کا کردار نہایت اہم ہے اور ہمیں مزید رضا کاروں کی ضرورت ہے۔ یونی ورسٹی آف پشاور کے شعبہ سوشل ورک سے فارغ التحصیل طلبہ و طالبات کو اس میدان میں لایا جائے اور سماجی خدمت کو لازمی مضمون قرار دیا جائے۔ ہر فرد کو اپنی استطاعت کے مطابق وسائل عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆ زکوٰۃ، خیرات میں پاکستان دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس پیسے کو صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے۔

☆ الخدمت کو ہم نے آزمایا ہے، یہ صحیح کام کرتے ہیں۔ واقعی پاکستان کے لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اگر لوگوں میں خدمتِ خلق کا جذبہ نہ ہوتا تو آج ہم زندہ نہ ہوتے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ڈیزاسٹر مینجمنٹ بنی بھی تو صرف کاغذوں تک محدود رہی۔ اس کے فنڈز ملے، مگر کہاں گئے کسی کو معلوم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بہتری نظر نہیں آتی۔ ایک صورت یہ

ہوتی ہے کہ آپ کو پہلے سے معلوم نہ ہو اور دوسری صورت یہ کہ آپ پر اچانک آفت آجائے، جیسے 2005ء کا زلزلہ۔ اس کے بعد تو کم از کم یہ اندازہ ہو جانا چاہیے تھا کہ ہمیں کن چیزوں کی ضرورت ہے، مگر حالات اب بھی ویسے ہی ہیں۔ جو اقدامات کرنے تھے وہ نہیں کیے گئے۔ دنیا بھر سے جو فنڈز آئے، ان سے گھر بننے تھے، اسکولوں کی مرمت ہونی تھی، مگر کئی علاقوں میں کام آج بھی جوں کا توں پڑا ہے۔ جسٹس صاحب نے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کی بات کی، مگر میرا خیال ہے کہ نجی اداروں کو اپنی خودمختاری برقرار رکھنی چاہیے، کیوں کہ سرکاری شمولیت سے اکثر اصل کام متاثر ہو جاتا ہے۔ بعض جگہوں پر آتشزدگی کے واقعات ہوتے ہیں جن سے بچاؤ ممکن ہے، مگر احتیاط نہیں کی جاتی۔ مثال کے طور پر کراچی کے ایک پلازہ میں آگ لگی، حال آنکہ وہاں کے دکاندار اور مالکان کروڑ پتی تھے اور فائر فائٹنگ عملہ رکھ سکتے تھے یا سیکیورٹی گارڈز کو تربیت دے سکتے تھے، مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا، گزشتہ دو تین برسوں میں ایسے واقعات میں اضافہ ہوا ہے، اس لیے لوگوں کو آگاہی دینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی طرف سے بھی حفاظتی اقدامات کرنے ہوں گے۔ پہلے سول ڈیفنس کے امتحانات ہوتے تھے اور طلبہ کو تربیت دی جاتی تھی، اس عمل کو بامقصد بنا کر دوبارہ شروع کیا جانا چاہیے۔ لوگوں کی لاپروائی کے باعث حادثات پیش آتے ہیں اور گھر کے گھر اُجڑ جاتے ہیں۔ اکثر حادثات غلطیوں اور کوتاہیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

☆ ہمارے گھروں میں جو خواتین پردہ کرتی ہیں، اکثر وہ اہم معلومات سے محروم رہتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جیسے پولیو کی مہم کے دوران خواتین گھر گھر جا کر تربیت اور آگاہی فراہم کرتی ہیں، ویسے ہی قدرتی آفات یا ہنگامی حالات کے حوالے سے بھی معلومات کی ترسیل کے لیے خواتین رضا کار تعینات ہونی چاہییں۔ اس اقدام سے ہر شہری اور ہر خاتون تک ضروری آگاہی پہنچے گی، کیوں کہ ابھی اکثریت لوگوں کو بنیادی معلومات بھی دستیاب نہیں ہیں۔

☆ الخدمت کے ساتھ میرا بیس سال کا تعلق ہے، ان کے فری میڈیکل کیمپ میں، میں بیٹھی ہوں، میرا ہومیو پیتھک کالج ہے، لوگوں کو آگاہی دیتی ہوں۔ الخدمت کے کیمپس میں، ہمارے کالجز میں، اداروں میں، باقاعدہ ان کو جگہ دی جاتی ہے، ان کے لیے فنڈ ریزنگ کرتے ہیں۔ جتنے بھی ہمارے ایسے ورکرز ہیں وہ الخدمت کے ساتھ ہیں۔ ہم ہر سال آغوش میں جاتے ہیں، 14 اگست آغوش میں ہی مناتے ہیں۔ موجود صورتِ حال میں ہنگامی حالات زیادہ اور مینیجمنٹ کم ہوتی جا رہی ہے، ہمارے زمانے میں سول ڈیفنس کی ٹریننگ ہوتی تھی، گرلز گائیڈ ہوتی تھی، بوائز اسکاؤٹس ہوتے تھے، این سی سی کی ٹریننگ ہوتی تھی، یہ ناپید ہوگئی ہیں، تمام اداروں میں اس کی ضرورت ہے۔ اسکولوں کے مقابلوں میں مدرسوں کی تعداد زیادہ ہوتی جا رہی ہے، ہم کہتے ہیں کہ اُن کو بھی ٹریننگ دینی چاہیے، اب اگر ریسکیو1122 کی ہم بات کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ ٹریننگ پروگرام رکھواتی ہوں طلباء کے لیے، باقاعدہ میں ریسکیو والوں کو بلوا کے علاقے کی خواتین کو ٹریننگ دیتی ہوں۔ حکومتی ادارے کام نہیں کر سکتے، نجی ادارے کر سکتے ہیں۔ میں درخواست کروں گی کہ اس قسم کے پروگرامز بنائے جائیں، مدرسوں میں، شاپنگ مالز میں ان کے حوالے سے آگاہی دی جائے، مارکیٹوں میں، تاجروں کی ایسوسی ایشنز میں، جتنے بھی لوگ ہیں، تمام ایسوسی ایشنز کی سطح پر اگر چھوٹی چھوٹی ٹریننگز کا انعقاد کیا جائے کہ کیسے آپ نے ہنگامی حالات سے بچاؤ کا راستہ نکالنا ہے۔ الخدمت سے درخواست ہے کہ اس قسم کی ٹریننگز کا بندوبست کریں۔

☆ سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ عذاب، تکالیف اور غم کیوں آتے ہیں، مسلمانوں کے اپنے اعمال بد کی وجہ سے مشکلات آتی ہیں اور آفات آتی ہیں۔ انھوں نے ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ جس نے دنیا میں لوگوں کی تکالیف کم کرنے کی کوشش کی وہ بہترین لوگ ہیں۔ اس کی دنیا بھی اچھی اور آخرت بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم لوگوں کی خدمت کریں۔

☆ ہم نے دیکھا ماضی میں جو آفات آئی ہیں ان میں لوگوں نے حصہ لیا، خواہ وہ کسی بھی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں، انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی، ان میں جو کمیاں نظر آئیں، ایک ان میں کوآرڈینیشن نہیں تھی اور دوسرا ان میں ٹریننگ کی کمی ہے، مگر الخدمت ان اداروں میں ہے جنھوں نے نام کمایا ہے۔ یونی ورسٹیوں کے ساتھ آپ نے ایم او یو سائن کیے ہیں اس پر سنجیدگی

سے عمل کی ضرورت ہے۔انھوں نے کہا کہ میری درخواست ہے کہ اگر آپ پالیسی کے طور پر ایک قدم اُٹھائیں اور تمام سیاسی پارٹیوں کو خط لکھیں، ان کے ساتھ بھی بہت اچھے ورکرز ہیں اور کام کر رہے ہیں، لیکن وہ منظّم نہیں ہیں، آپ ان کو منظّم کریں، ان کو ٹریننگ دیں تو بہت سے رضا کار جمع ہو جائیں گے۔

☆جہاں بھی قدرتی آفات یا کوئی بھی آفت آتی ہے الخدمت کے رضا کار وہاں سب سے پہلے پہنچ جاتے ہیں۔2005 میں جب زلزلہ آیا تھا تو میں بالاکوٹ گیا، میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے وہاں الخدمت پہنچی ہوئی تھی۔اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے۔انھوں نے کچھ شعر کہے جو درج ذیل ہیں:

اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں جہاں میں
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا
دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ اطاعت کے لیے کم نہ تھے کروبیاں

اجلاس کے آخر میں ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کی جانب سے مہمان مقرر کو خصوصی تحفہ پیش کیا گیا۔

ہمدرد شوریٰ (راولپنڈی/اسلام آباد) اجلاس

ہمدرد شوریٰ پاکستان (راولپنڈی/اسلام آباد) کے اجلاس میں محترم اسپیکر ہمدرد شوریٰ امتیاز حیدر، محترم نعیم اکرم قریشی، محترم زاہد علی قریشی، محترم پروفیسر ڈاکٹر ریاض احمد، محترم محمد نیاز عرفان، محترم حکیم بشیر بھیروی، محترم ڈاکٹر محمود الرحمٰن اور ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان (راولپنڈی/اسلام آباد) سے محترم امان نیازی نے شرکت کی۔

محترم اسپیکر نے اپنے افتتاحی کلمات میں سابق اسپیکر ہمدرد شوریٰ محمد نیاز عرفان کا شکریہ ادا کیا اور ہمدرد شوریٰ میں ان کی خدمات کو سراہا۔صدر ہمدرد فاؤنڈیشن محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ کا بہت شکر گزار ہوں جنھوں نے مجھے اسپیکر ہمدرد شوریٰ راولپنڈی اسلام آباد کے فرائض انجام دینے کی سعادت سونپی ہے۔انشاء اللہ اپنے عہدو پیمان کے ساتھ یہ فرض نبھانے کی کوشش کروں گا۔

آج کا عنوان ''ہنگامی صورتِ حال میں ریاست، ادارے اور شہری ذمے داری'' محض ایک علمی بحث نہیں تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ قومیں صرف وسائل سے نہیں، بلکہ اپنے اجتماعی نظم وضبط، شعور اور ذمے داری کے احساس سے مضبوط ہوتی ہیں۔حالیہ برسوں میں ہم نے سیلاب جیسی تباہ کار آفت، معاشی بحران اور امن وامان کے مختلف مسائل کا سامنا کیا جنھوں نے ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ ہنگامی حالات میں ہمارا قومی ردِعمل کتنا مضبوط اور مربوط ہے۔ریاست کسی بھی معاشرے کی محافظ ہوتی ہے ایک ذمے دار ریاست اپنے شہریوں کو تحفظ فراہم کرتی ہے وسائل کی منصفانہ تقسیم یقینی بناتی ہے اور بحران کے وقت فوری اور مؤثر حکمتِ عملی اختیار کرتی ہے۔

کسی بھی معاشرے کی اصل طاقت اس کے باشعور اور ذمے دار شہری ہوتے ہیں بدقسمتی سے ہم اکثر مشکل حالات میں افواہوں، بدنظمی اور عدم برداشت کا شکار ہو جاتے ہیں جو مسائل کو مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے۔

موضوع کا تفصیلی جائزہ اور تبادلۂ خیال کے بعد مہمان مقرر اور فاضل اراکین شوریٰ کی آراء سے مندرجہ ذیل نکات مرتب کیے گئے۔

☆روزمرہ زندگی میں ہمیں کئی بار ایسے حادثات اور ہنگامی صورتِ حال سے واسطہ پڑتا ہے ان حالات میں ہمیں گھبرانے کی بجائے اپنے حواس پر قابو رکھتے ہوئے ایسے اقدام اُٹھانے چاہییں کہ انفرادی جانی و مالی نقصان سے بچا جا سکے دوسری طرف ریاستی اداروں کا یہ فرض بنتا ہے کہ امدادی کارروائیوں میں تیزی دکھائے۔نارمل حالات میں عام شہریوں کو ہنگامی صورتِ حال سے نمٹنے کی تربیت دے اس سلسلے میں تعلیمی ادارے مساجد و دیگر رفاعی ادارے مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں۔

☆اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشا فرمایا ہے کہ میں اپنے بندے کو ہر آزمائش سے آزماؤں گا، کبھی بھوک سے اور کبھی کسی آفت سے انسان کو ہر پل ثابت قدم رہنا چاہیے۔ہر انسان کو اپنے حصے کی ذمے داریاں نبھانا ہوں گی۔ہر ادارے میں ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے بروقت سامان موجود ہونا چاہیے، کیوں کہ بعد میں کمیشن بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔اسکولوں اور کالجوں کے اندر پہلے فرسٹ ایڈ کا سامان موجود ہوتا تھا اور باقاعدہ اس کی ٹرینگ ہوتی تھی اب بھی گورنمنٹ کو چاہیے کہ تمام اسکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے بروقت سامان کا بندوبست کرے اور باقاعدہ اس کی ٹریننگ بھی ہو۔گورنمنٹ کا کام ہے کہ ان کے نمائندے گاہے بگاہے انسپیکشن کرتے رہیں، تاکہ ہنگامی صورتِحال

میں کسی جانی نقصان سے بچا جا سکے۔

☆ ہمیں سب سے پہلے نظام کو درست سمت میں لانا ہوگا جب نظام درست ہوگا تو ریاست اپنے دائرہ کار میں رہ کر کام کرے گی۔ صوبوں کو وسائل دینے کے بجائے فیڈرل گورنمنٹ کی ترویج کی جائے ہمارے ہاں ایسا نظام بہت ضروری ہے جس میں لوکل گورنمنٹ کے پاس اختیار ہونا چاہیے کہ وہ فوری ایسے حالات سے نمٹنے کے لیے ایکشن لے اس میں صرف ریاست ہی نہیں، بلکہ ہر فرد، ہر شہری اپنے حصے کا کام سر انجام دے۔ قومی سطح پر صوبائی سطح کے معاملات کو دیکھا جائے، تاکہ فوری حل کو ممکن بنایا جا سکے۔

☆ پاکستان مسلسل ہنگامی حالات میں ہے اور روز بروز اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہر سطح کے تعلیمی اداروں کو ہر قسم کی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔ ہر استاد اور بچے کی ایسی ٹریننگ ضروری ہے جس میں وہ ایسی صورتِ حال سے عہدہ برا ہونے کے لیے الرٹ رہیں۔ اندرونی اور بیرونی سازشوں کا مقابلہ کیا جائے میڈیا کو شعور پیدا کرنا چاہیے اور (Intelligence) اداروں کی استعداد کار بڑھائی جائے۔ شہریوں کی خاص طور پر ذمے داری ہے کہ وہ ہر ہنگامی حالت سے نمٹنے کے لیے تیار اور باخبر رہیں انتظامیہ سے تعاون کریں اور اپنی کمیونٹی کی حفاظت میں مدد کریں۔

☆ ریاست محض ایوانوں اور عمارتوں کا نام نہیں ہوتا، بلکہ انسانوں کے نظم کا نام ہے۔ ریاست کمزور ہو جائے تو قانون کتابوں میں رہ جاتا ہے ریاست کی بنیادی ذمے داری برابری کا انصاف ہے۔ ادارے ریاست کا ستون ہوتے ہیں مستحکم ادارے دباؤ کے بجائے اُصولوں پر چلتے ہیں معاشرتی بے حسی، شہریوں کی خاموشی اور غلطی طاقت بن جاتی ہے۔ تعلیمی شعور کے ذریعے صرف حقوق مانگنے کے بجائے اپنی ذمے داریوں کو بھی پورا کرنا ہوتا ہے۔ مشکل وقت ہی قوموں کی اصل آزمائش ہوتی ہے قومیں قانون سے نہیں انصاف کے یقین پر قائم رہتی ہیں۔ قومیں آسان وقت میں نہیں، بلکہ مشکل وقت میں بنتی ہیں۔ شہری اپنی بیداری سے بگڑی صورتِ حال کو بدل دیتے ہیں۔ انسانیت کا تقاضا ہی یہی ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کے دکھ سکھ کا ساتھی بننا چاہیے ہماری اجتماعی ذمے داری ہونی چاہیے کہ ہم قدرتی آفات سے نمٹنے کے لیے ایک دوسرے پر اعتماد کی فضا قائم کریں۔ احساس ذمے داری ہم سب پر لازم ہے۔

☆ اتفاق کی بات ہے کہ جب پاکستان بنا اس وقت بھی ہنگامی صورتِ حال تھی اور آج بھی ہم ہنگامی صورتِ حال سے گزر رہے ہیں ہمیں جان و مال کے تحفظ کے لیے آج بھی وزارتِ داخلہ کی طرف دیکھنا پڑتا ہے۔ جب کہ فائر سیفٹی، بم ڈسپوزل اسکواڈ کا انتظار کرنا پڑتا ہے، لیکن یہ ادارے اکثر صورتِ حال خراب ہونے کے بعد بیدار ہوتے ہیں اور پیشگی بندوبست یا احتیاط کا فقدان ہے۔ آتش زنی کے زیادہ تر واقعات کراچی میں کیوں پیش آتے ہیں؟ یہ مسئلہ بھی توجہ طلب ہے۔

فیکٹری اور پھر اب گل پلازہ کا سانحہ قابلِ غور ہیں۔ شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید کی شہادت سے لے کر اب تک کے واقعات کی کڑیاں آپس میں ملتی ہیں۔ بلوچستان ہو یا کے پی کے حالات ہمیں سابقہ مشرقی پاکستان کے حالات و واقعات کی یاد دلاتے ہیں افسوس کہ ہم نے اب تک تاریخ سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ آدھے سے زیادہ آبادی والا ملک کا حصہ گنوا کر بھی ہمیں ہوش نہیں آیا۔ گل پلازہ کے سانحہ کے وقت 26 میں سے 24 دروازے بند تھے متبادل راستے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حادثات سے نمٹنے کا یہی عالم رہا تو پھر دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

☆ اسپیکر نے نہایت ہی مدلل دلائل سننے کے بعد اپنی بحث کو سمیٹتے ہوئے اپنے اختتامی الفاظ میں کہا کہ اگر ہم پاکستان کی فکری تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیں حکیم محمد سعید شہید کی شخصیت ایک روشن مثال کے طور پر نظر آتی ہے۔ حکیم محمد سعید شہید نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ قوموں کی تعمیر صرف سیاسی یا معاشی طاقت سے نہیں، بلکہ اخلاقی تربیت، تعلیم اور فکری بیداری سے ہوتی ہے انھوں نے ہمدرد کے پلیٹ فارم سے نوجوان نسل میں خدمتِ انسانیت، حب الوطنی اور ذمے داری کے شعور کو اُجاگر کیا ان کی شہادت دراصل اس بات کا ثبوت ہے کہ سچائی، اُصول اور قومی خدمت کی راہ آسان نہیں ہوتی، لیکن یہی راستہ قوموں کو عظمت عطا کرتا ہے۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ ریاست، ادارے اور شہری ایک ہی جسم کے مختلف اعضاء ہیں۔ اگر ان میں ہم آہنگی نہ ہو تو نظام کمزور ہو جاتا ہے۔

ہمیں بطور قوم نظم وضبط، اتحاد اور شعور کو فروغ دینا ہوگا۔ ہمیں اپنے اختلافات سے بالاتر ہو کر قومی مفاد کو ترجیح دینا ہوگی، کیوں کہ بحران کسی ایک فرد یا ادارے کو نہیں، بلکہ پوری قوم کو متاثر کرتے ہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم نوجوان نسل میں قومی شعور، برداشت، ذمے داری اور خدمت انسانیت کے جذبے کو فروغ دیں۔ یہی وہ راستہ ہے جو ہمیں ایک مضبوط، مستحکم اور ترقی یافتہ پاکستان کی طرف لے جا سکتا ہے۔ مزید یہ کہ قومیں مشکل حالات میں ہی اپنا اصل کردار ثابت کرتی ہیں۔ اگر ہم متحد، باشعور اور ذمے دار بن جائیں تو کوئی بحران ہمیں کمزور نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے وطن، اپنی قوم اور انسانیت کی خدمت کا حقیقی جذبہ عطا فرمائے۔ آمین۔ وماعلینا الا البلاغ المبین۔

ہمدرد شوریٰ (لاہور) اجلاس

ہمدرد شوریٰ پاکستان (لاہور) کے اجلاس میں محترم ڈاکٹر میاں محمد اکرم (اسپیکر)، محترم عمر ظہیر میر (ڈپٹی اسپیکر)، محترم قیوم نظامی، محترم پروفیسر ڈاکٹر خالد محمود عطا، محترمہ خالدہ جمیل چوہدری، محترم حکیم راحت نسیم، محترم پروفیسر نصیر اے چوہدری، محترم عثمان غنی، محترم کاشف ادیب جاودانی سمیت متعدد معزز اراکین اور مبصرین نے شرکت کی۔ مبصرین میں محترم محمد نصیر الحق ہاشمی، محترم رفاقت حسین رفاقت، محترم افتخار رسول شیخ، محترم سید احمد حسن زیدی، محترم ایم آر شاہد، جناب مہر عبدالروف، محترم پروفیسر مشکور احمد صدیقی، محترم جمیل بھٹی، جناب راشد حجازی، محترمہ خالدہ ناز، محترمہ عطیہ الوکیل، جناب معیز عتیق شیخ، ڈاکٹر امانت علی شاکر، انجینئر وحید خواجہ اور دیگر شخصیات شامل تھیں۔ نوجوانانِ امروز کی بڑی تعداد بھی موجود تھی۔ موضوع کی مناسبت سے پنجاب ایمرجنسی سروس (ریسکیو 1122) کے نمائندگان نے بھی شرکت کی جن میں جناب محمد طیب اور جناب محمد اویس مبارک شامل تھے اور ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کی نمائندگی محترم سید علی بخاری نے کی۔

ڈاکٹر میاں محمد اکرم نے اپنے افتتاحی کلمات میں کہا کہ پاکستان میں آتشزدگی، عمارتوں کا منہدم ہونا، فیکٹری حادثات اور دیگر صنعتی سانحات محض حادثات نہیں، بلکہ اکثر انتظامی ناکامیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ سیلاب اور زلزلے جیسی قدرتی آفات کے مواقع پر بھی ناقص منصوبہ بندی صورتِ حال کو مزید سنگین بنا دیتے ہیں۔ انھوں نے کراچی کے گل پلازہ جیسے واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ایسے سانحات ہمیں صرف غم نہیں دیتے بلکہ احتساب، اصلاح اور اجتماعی ذمے داری کا تقاضا کرتے ہیں۔ حفاظتی قوانین موجود ہونے کے باوجود ان پر عمل درآمد نہ ہونا اصل مسئلہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ قصور کس کا ہے ریاست کا؟ اداروں کا یا شہریوں کا؟ درحقیقت ذمے داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے۔ نجی ادارے اور بلڈنگ مالکان کی ذمہ داریوں کے حوالے سے کہا گیا کہ منافع کو انسانی جان پر ترجیح دینا ایک سنگین اخلاقی جرم ہے۔ تاجر تنظیمیں سیفٹی آڈٹ کا مطالبہ کریں۔ سول سوسائٹی اور میڈیا سانحہ کے بعد نہیں، بلکہ پہلے سے ہی ایسی عمارتوں پر سوال اُٹھائیں۔ شرکاء نے نکات اور اپنی تجاویز پیش کرتے ہوئے اس بابت زور دیا کہ

☆ تعمیراتی منصوبہ بندی کے دوران فائر سیفٹی بائی لاز پر سختی سے عمل کیا جائے۔

☆ کمرشل عمارتوں کی غیر مجاز رہائشی یا صنعتی استعمال سے روکا جائے۔

☆ ایمرجنسی ایگزٹ، فائر الارم اور اسپرنکلر سسٹم کی موجودگی کو یقینی بنایا جائے۔

☆ عمارتوں کی باقاعدہ سیفٹی آڈٹ اور سالانہ معائنہ لازم قرار دیا جائے۔

☆ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹیز کی نگرانی مزید تیز کیا جائے۔

☆ فائر بریگیڈ کے پاس جدید ساز و سامان کی ضرورت کو پورا کیا جائے۔

☆ تنگ گلیوں اور گنجان علاقوں تک رسائی کے مسائل موجود ہیں وہاں ریسکیو اداروں کے درمیان مؤثر کوآرڈینیشن کی بھی ضرورت ہے اس کو بہتر کیا جائے۔

☆ سخت اور غیر جانبدار بلڈنگ انسپکشن کا نظام نافذ کیا جائے۔

☆ فائر سیفٹی سرٹیفکیٹ کی سالانہ تجدید لازمی ہو۔

☆ خطرناک عمارتوں کی فہرستیں تیار کی جائیں اور انھیں نوٹس جاری کیے جائیں عدم تعمیل پر انھیں سیل کیا جائے۔

☆ دورانِ سانحہ فوری اور مربوط کمانڈ سسٹم فعال ہو۔

☆ میڈیا کے ذریعے عوام کو معلومات فراہم کی

جائیں، تاکہ ہنگامی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے وہ بھی باخبر رہیں

☆ آزاد اور شفاف جوڈیشل انکوائری کے ذریعے ذمے داروں کے خلاف فوج داری مقدمات قائم کیے جائیں۔

☆ جرمانے، معطلیاں اور سزائیں یقینی بنائی جائیں، تاکہ مثال قائم ہو سکے۔

متاثرین کے حقوق کے حوالے سے ہمدرد شوریٰ پاکستان لاہور نے مطالبہ کیا کہ

☆ متاثرین کو فوری اور منصفانہ معاوضہ دیا جائے۔

☆ بحالی پروگرام ترتیب دیا جائے۔

☆ عدالتی کارروائیوں میں ادارتی سطح پر مکمل تعاون فراہم کیا جائے۔

☆ عدلیہ سوموٹو نوٹس کے تحت ذمے دار افسران اور مالکان کو طلب کرے انکوائری رپورٹس کو عوام کے سامنے لایا جائے۔

صرف معطلی نہیں، بلکہ واضح اور عملی سزائیں دی جائیں۔ بدقسمتی سے اکثر رپورٹس تو منظرِعام پر آتی ہیں، مگر ان کے نتائج زمین پر نظر نہیں آتے، جس کے باعث سانحات دہرائے جاتے ہیں۔

☆ فائر سیفٹی کو اضافی خرچ سمجھنے کی روش ترک کی جائے۔

☆ انشورنس اور حفاظتی نظام کی موجودگی یقینی بنائی جائے۔

☆ عوام غیر محفوظ عمارت میں کام یا رہائش پر نظر رکھے۔

☆ عوام فائر ایگزٹ بند ہونے کی صورت میں خاموش نہ رہے۔ متعلقہ اداروں کو شکایات درج کروائی جائیں۔

☆ پنجاب ایمرجنسی سروس کے فوری رسپانس سسٹم کو مزید موثر، تیز رفتار اور جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ بنایا جائے، تاکہ ہر شہری کو بلا تاخیر امداد فراہم ہو سکے۔

☆ صوبہ بھر میں ریسکیو اسٹیشنز کی تعداد میں اضافہ کیا جائے، بالخصوص گنجان آباد اور بلند عمارتوں والے علاقوں میں خصوصی فائر اینڈ ریسکیو یونٹس قائم کیے جائیں۔

☆ فائر فائٹنگ، اربن سرچ اینڈ ریسکیو اور ڈیزاسٹر مینجمنٹ کے لیے جدید آلات، اسنارکل گاڑیاں، حفاظتی سازوسامان اور تربیت یافتہ افرادی قوت کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔

☆ ریسکیو 1122 کے تحت کمیونٹی سیفٹی پروگرامز کو وسعت دی جائے، اسکولوں، کالجوں، مارکیٹوں اور دفاتر میں فائر سیفٹی اور ابتدائی طبی امداد کی باقاعدہ تربیت کو لازمی بنایا جائے۔

☆ عمارتوں کی فائر سیفٹی جانچ اور ایمرجنسی پلان کی تیاری میں ریسکیو سروسز کو مشاورتی کردار دیا جائے تاکہ سانحات کی روک تھام ممکن ہو۔

☆ عوامی آگاہی مہمات کے ذریعے شہریوں کو ایمرجنسی نمبر 1122 کے درست استعمال، احتیاطی تدابیر اور رضاکارانہ خدمات کی اہمیت سے روشناس کرایا جائے۔

اجلاس میں اس امر پر زور دیا گیا کہ گل پلازہ جیسے سانحات ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ ہمارے ہاں انسانی جان کی قدر اب بھی کم سمجھی جاتی ہے۔ قانون موجود ہے، مگر اخلاقی جرأت اور عملی نفاذ کی کمی ہے۔ جب تک چند واضح مثالیں قائم نہیں کی جائیں گی بہتری ممکن نہیں۔ سانحات بظاہر حادثات نظر آتے ہیں، مگر اکثر یہ غفلت، لالچ اور اجتماعی خاموشی کا نتیجہ بھی ہوتے ہیں۔ اگر ریاست سختی اختیار نہ کرے، ادارے جوابدہ نہ ہوں اور شہری بے حسی کا مظاہرہ کریں تو اگلا سانحہ ہم میں سے کسی کا بھی ہو سکتا ہے۔ ہمدرد شوریٰ پاکستان لاہور نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ ایسے قومی معاملات پر موثر مکالمہ، اصلاحی تجاویز اور اجتماعی شعور بیدار کرنے کی کوششیں جاری رکھے گا، تاکہ ایک محفوظ اور ذمے دار معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرتی رہے۔

ہمدرد شوریٰ پاکستان کے اجلاس، فروری 2026ء موضوع بحث: ''ہنگامی صورتِ حال میں ریاست، ادارے اور شہری ذمے داری'' پر تحریری طور پر موصول ہونے والی اراکینِ شوریٰ کی سفارشات اور تجاویز

لیفٹیننٹ جنرل (ر) معین الدین حیدر
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

حالیہ سانحات، خصوصاً گل پلازہ جیسے افسوسناک واقعات نے پوری قوم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ ایسے حادثات وقتی ردِعمل سے زیادہ مستقل اور منظم اقدامات کے متقاضی ہیں۔ سوال یہ نہیں کہ حادثہ کیوں پیش آیا، بلکہ یہ ہے کہ ہم آئندہ ایسے سانحات سے بچنے کے لیے کیا کر رہے ہیں۔

سب سے اہم ضرورت پیشگی تیاری Preparedness اور باقاعدہ مشقوں(Drills) کی ہے۔ اگر اداروں، تعلیمی مراکز، تجارتی عمارتوں اور رہائشی کمپلیکسز میں باقاعدگی سے فائر ڈرل اور ہنگامی حالات سے نمٹنے کی مشقیں کی جائیں تو ممکنہ نقصان کو نمایاں حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔ مسلح افواج خصوصاً بحریہ میں ہر سطح پر باقاعدہ تربیت، این بی سی ڈی (نیوکلیئر، بایولوجیکل، کیمیکل ڈیفنس) اور ڈیمیج کنٹرول کورسز لازمی ہوتے ہیں۔ ترقی سے قبل تربیت اور عملی مشقیں اس نظام کا حصہ ہیں۔ یہی نظم و ضبط سول اداروں میں بھی اپنانے کی ضرورت ہے۔

ہنگامی تیاری کے لیے وسائل سے زیادہ نیت اور نظم کی ضرورت ہوتی ہے۔ محض فنڈز کی کمی کو جواز بنا کر ذمے داری سے دستبردار نہیں ہوا جا سکتا۔ اصل مسئلہ وسائل کے فقدان سے زیادہ ان کے مؤثر استعمال اور شفافیت کا ہے۔ اگر دستیاب وسائل درست سمت میں خرچ ہوں تو نمایاں بہتری ممکن ہے۔

تعلیم کے میدان میں بھی اصلاحات ناگزیر ہیں۔ اسکول کی سطح سے ہی طلبہ کو فرسٹ ایڈ، ہنگامی انخلا، آگ سے بچاؤ، ٹریفک قوانین اور اجتماعی ذمے داری جیسے موضوعات سے روشناس کرایا جانا چاہیے۔ ماضی میں اس نوعیت کی تربیت بچوں میں نظم و ضبط اور سماجی شعور پیدا کرتی تھی۔ آج اس روایت کو جدید تقاضوں کے مطابق بحال کرنے کی ضرورت ہے۔

حکومت کی ذمے داری اپنی جگہ مسلم ہے، مگر معاشرے اور فرد کی ذمے داری بھی کم نہیں۔ قدرتی آفات کے مواقع پر پاکستانی قوم نے جس جذبۂ ایثار کا مظاہرہ کیا، وہ قابلِ تحسین ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہی جذبہ روزمرہ شہری نظم و ضبط میں بھی نظر آئے۔ اگر ہم اپنے گھر کا کوڑا سڑک پر پھینک کر پھر تمام ذمے داری حکومت پر ڈال دیں تو اصلاح ممکن نہیں۔

گورننس، میرٹ اور استعدادِ کار (Capacity Building) پر خصوصی توجہ ناگزیر ہے۔ تقرریوں میں میرٹ، اداروں میں پیشہ ورانہ تربیت اور احتساب کے مؤثر نظام کے بغیر بہتری ممکن نہیں۔ اصلاح کا عمل اوپر سے شروع ہو تو اس کے اثرات نیچے تک پہنچتے ہیں۔

مزید برآں، انتظامی سطح پر ہیلتھ، سیفٹی اور انوائرنمنٹ جیسے موضوعات پر باقاعدہ کورسز اور تربیتی پروگرام متعارف کرانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اگر انتظامیہ خود آگاہ اور تربیت یافتہ ہوگی تو اداروں میں حفاظتی کلچر فروغ پائے گا۔

مختصراً، حادثات کا امکان مکمل طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا، مگر منظم تربیت، باقاعدہ مشقوں، شفاف طرزِ حکمرانی، تعلیمی اصلاحات اور اجتماعی ذمے داری کے احساس سے ان کے نقصانات کو نمایاں حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جو ایک محفوظ اور ذمے دار معاشرے کی تشکیل کی طرف لے جاتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر خالدہ غوث

رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

سانحات کسی بھی معاشرے کے لیے محض حادثات نہیں ہوتے، وہ اجتماعی شعور، ریاستی کارکردگی اور سماجی رویوں کا امتحان بھی ہوتے ہیں۔ حالیہ آتشزدگی کے واقعات نے ہمیں صرف حساس ہی نہیں کیا، بلکہ ہمارے اندر ایک گہرا خوف، بے بسی اور مایوسی بھی پیدا کی ہے۔ جب ریاستی ادارے باہمی ہم آہنگی کے ساتھ کام کرتے نظر نہ آئیں اور ایک منظّم نظام تشکیل دینے میں ناکام دکھائی دیں تو عوام کے دل میں یہ سوال شدت اختیار کر لیتا ہے کہ سات دہائیاں گزر جانے کے باوجود ہم بنیادی حفاظتی انتظامات کیوں قائم نہ کر سکے۔ اس احساسِ ناکامی سے معاشرے میں غصہ بھی جنم لیتا ہے اور یہ غصہ دراصل اجتماعی ردِعمل کا اظہار ہوتا ہے۔

ہنگامی حالات میں ریاست کی ذمے داری اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن سوال یہ بھی ہے کہ معاشرہ خود کس حد تک تیار ہے۔ کیا ہم نے بطور قوم یہ سیکھا ہے کہ کسی ایمرجنسی کی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ماضی میں تعلیمی اداروں میں سول ڈیفنس اور ابتدائی طبی امداد کی تربیت دی جاتی تھی۔ طلبہ و طالبات کو یہ سکھایا جاتا تھا کہ آگ لگنے، زلزلے آنے یا کسی حادثے کی صورت میں کس طرح خود کو اور دوسروں کو محفوظ بنایا جائے۔ آج یہ روایت تقریباً ناپید ہو چکی ہے۔ جب ہماری نصف آبادی خواتین پر مشتمل ہے تو کیا انھیں ایسی بنیادی تربیت

دی جا رہی ہے جو کسی ہنگامی صورتِ حال میں ان کی مدد کر سکے؟ اگر معاشرے کے افراد ہی تیار نہ ہوں تو محض ریاستی اقدامات کافی نہیں ہوتے۔

ایک اور افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے ہاں سانحات کو بھی سیاست کی نذر کر دیا جاتا ہے۔ ہر واقعہ الزام تراشی اور سیاسی بیان بازی کا میدان بن جاتا ہے، جب کہ اصل ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ ہم اس سے سبق سیکھیں اور نظام کو بہتر بنائیں۔ جب تک ہم ہر حادثے کو سیاسی عینک سے دیکھتے رہیں گے، سنجیدہ اصلاح ممکن نہیں ہوگی۔ سانحات اجتماعی احتساب اور اصلاح کا موقع فراہم کرتے ہیں، نہ کہ پوائنٹ اسکورنگ کا۔

ذاتی تجربات کبھی کبھی نظام کی کمزوری کو اور بھی واضح کر دیتے ہیں۔ ایک معروف اور بڑے اسپتال میں پیش آنے والا واقعہ اس حقیقت کو اُجاگر کرتا ہے کہ بظاہر جدید عمارتیں بھی ہنگامی تیاری سے محروم ہو سکتی ہیں۔ جب بیسمنٹ میں آگ لگی اور دھواں اوپر کی منزلوں تک پھیل گیا، تو لفٹیں بند تھیں اور انخلا کا کوئی واضح اور منظّم طریقہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ یہ صورتِ حال صرف ایک عمارت کا مسئلہ نہیں، بلکہ ہمارے عمومی نظام کی عکاس ہے۔ اگر ایسے مقامات پر بھی بروقت اور مؤثر انتظام نہ ہو تو عام مارکیٹوں اور رہائشی عمارتوں کی حالت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

آتشزدگی کے واقعات اپنی جگہ، مگر موسمیاتی تبدیلی ایک اور سنگین خطرہ بن کر ہمارے سامنے موجود ہے۔ سیلاب، خشک سالی اور شدید موسمی حالات مستقبل میں مزید شدت اختیار کر سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم ان خطرات کے لیے تیار ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ نہ شہری علاقے مکمل طور پر تیار ہیں اور نہ دیہی۔ بنیادی بقا کی مہارتیں، جیسے تیرنا یا ابتدائی طبی امداد دینا، عام تربیت کا حصہ نہیں بن سکیں۔ جب معاشرے کے افراد ہی اپنی جان بچانے کی بنیادی مہارتوں سے محروم ہوں تو بڑے پیمانے کی آفات میں نقصانات کیسے کم کیے جا سکتے ہیں؟

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ہنگامی تیاری کو قومی ترجیح بنائیں۔ تعلیمی نصاب میں عملی تربیت کو دوبارہ شامل کیا جائے، کمیونٹی کی سطح پر آگاہی پروگرام منعقد ہوں اور خواتین سمیت تمام شہریوں کو بنیادی حفاظتی مہارتیں سکھائی جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ریاستی اداروں کو بھی باہمی ہم آہنگی اور شفافیت کے ساتھ اپنی ذمے داریاں ادا کرنا ہوں گی۔ سانحات ہمیں خوف زدہ کرنے کے لیے نہیں آتے، بلکہ ہمیں جگانے کے لیے آتے ہیں۔ اگر ہم نے اب بھی سبق نہ سیکھا تو مایوسی اور بے بسی ہمارا مقدر بن جائے گی، لیکن اگر ہم اجتماعی شعور، تربیت اور ذمے داری کا راستہ اختیار کریں تو ایک محفوظ اور بااعتماد معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

انجینئر پرویز صادق
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

فائر سیفٹی کے موضوع پر ہماری گفتگو محض تھیوری تک محدود نہیں، بلکہ یہ عملی تجربات اور موجودہ نظام کی خامیوں کا بھی عکاس ہے۔ انسٹیٹیوٹ آف انجینئرز میں ہم نے سالانہ فائر سیفٹی پروگرام کا آغاز کیا اور تب معلوم ہوا کہ ہماری اپنی عمارت میں ایمرجنسی ایگزٹ اکثر بلاک تھے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ حفاظت اور سکیورٹی کے نام پر کچھ انتظامات ایسے بنائے گئے تھے جو بعد میں خود رکاوٹ بن گئے۔ یہ واقعات اعلیٰ سطح پر بھی رونما ہوتے ہیں اور بنیادی مسئلہ حکومت اور اداروں میں بدانتظامی اور کرپشن ہے۔ جب کوئی بڑی عمارت تعمیر ہوتی ہے تو اس کا ابتدائی تجزیہ یعنی انوائرنمنٹل امپیکٹ اسسمنٹ (EIA) کیا جاتا ہے اور اس میں بہت تفصیل سے بتایا جاتا ہے کہ عمارت کے اسٹیر کیسز، فائر ویل اور دیگر حفاظتی انتظامات کس طرح ہونے چاہییں، تاکہ دو گھنٹے تک آگ کی شدت کے باوجود محفوظ رہیں، مگر اصل مسئلہ یہ ہے کہ عمارت بن جانے کے بعد کوئی باقاعدہ نگرانی یا فالو اپ نہیں ہوتا۔ ایک منظّم نظام ہونا چاہیے جس میں سالانہ سرٹیفکیشن اور آڈٹ کی پابندی ہو، مگر کرپشن اس میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ بعض اوقات سول ڈیفنس آ کر جائزہ لیتے ہیں مگر پھر رشوت لے کر چلے جاتے ہیں اور کوئی حقیقی دل چسپی نہیں لیتے۔ اسی لیے مقامی شاپنگ پلازوں اور مارکیٹوں کے کاروباری افراد خود اقدامات کرنے کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ انھیں یہ احساس ہونا چاہیے کہ اگر وہ اپنی فائر سیفٹی پر خود توجہ دیں تو نقصانات کم کیے جا سکتے ہیں۔ فائر فائٹرز کے حوالے سے بھی عملی تجربات یہ ثابت کرتے ہیں کہ تربیت کی کمی خطرناک نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ ایک معمولی فائر ڈرل میں بھی لوگ گھبرا

کر فائر ایکسٹینگشرز کو ہاتھ میں لے کر درست استعمال نہیں کر پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ باقاعدہ تربیت اور فائر ڈرلز لازمی ہیں، تاکہ ہر فرد جان بچانے کی بنیادی مہارت سیکھ سکے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس قوانین اور ادارے موجود ہیں، مگر عمل درآمد کی کمی، کرپشن اور ناقص گورننس کی وجہ سے یہ صرف کاغذی کارروائی تک محدود رہ جاتے ہیں۔ اعلیٰ سطح کی کانفرنسز اور ان پٹ دینے والے ماہرین موجود ہیں، مگر جب عملی اقدامات نہ ہوں تو یہ سب بے اثر ہو جاتے ہیں۔ ضروری ہے کہ معاشرہ اور ادارے مل کر خود اپنے وسائل اور تربیت کے ذریعے حفاظتی اقدامات کریں، تاکہ کسی بھی ہنگامی صورتِ حال میں جان و مال کا نقصان کم سے کم ہو۔

ڈاکٹر پروفیسر امجد علی جعفری
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

ہنگامی حالات پر قابو پانے والے ادارے اکثر اپنی ذمے داری پوری کرنے میں ناکام رہ جاتے ہیں۔ ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ بعض اوقات وہاں ملازمین جعلی سرٹیفکیٹس کے حامل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر پی آئی اے کے ایروناٹیکل انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ میں بھی کچھ افراد کو جعلی ڈگریوں پر ملازمت مل جاتی ہے، حالانکہ انھیں جہاز کی مرمت یا ایئرکرافٹ کی ٹیکنیکل تفصیلات کا علم نہیں ہوتا۔

دوسری بڑی رکاوٹ رشوت اور سفارش ہے، جس کی وجہ سے اہل اور غیر اہل افراد برابر کام پر آ جاتے ہیں اور یہ صورتِ حال ہنگامی ردِعمل میں شدید خلل پیدا کرتی ہے۔ تیسری بات تربیت کی کمی ہے۔ آگ بجھانے والے، فرسٹ ایڈ فراہم کرنے والے اور دیگر متعلقہ عملے کو بار بار عملی تربیت کی ضرورت ہے، تاکہ وہ حادثے کے وقت فوری اور مؤثر ردِعمل دے سکیں۔ انھیں جدید تکنیکوں اور آلات کے استعمال کی مکمل معلومات ہونی چاہیے، تاکہ کسی بھی ہنگامی صورتِ حال میں نقصان کو کم سے کم کیا جا سکے۔ مختصراً، ہنگامی حالات میں استعداد بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ عملے کی تربیت، سرٹیفکیشن کی شفافیت اور میرٹ پر بھرتیوں کو یقینی بنایا جائے، تاکہ حادثات کے وقت بروقت اور مؤثر اقدامات کیے جاسکیں۔

انجینئر انور ایچ صدیقی
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

سیفٹی انجینئرنگ کا پہلا اُصول ہے اور اس میں فائر سیفٹی بھی شامل ہے۔ ہر عمارت محفوظ ہونی چاہیے، ورنہ اسے منظوری نہیں دی جانی چاہیے۔ طارق معین صاحب کے ساتھ 2001ء سے میرے تجربات ہیں، جب ہم نے پہلے سیمینارز کیے اور بعد میں فائر سیفٹی کے خصوصی پروگرام بھی منعقد کیے۔ ان پروگرامز میں ایمرجنسی ایگزٹ، حفاظتی اقدامات اور ہنگامی ردِعمل کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے غور کیا گیا۔

میں نے 2013ء میں ہیلتھ، سیفٹی اور اینوائرنمنٹ پر ایک کتاب شائع کی، جس میں یہ واضح کیا گیا کہ عمارت کی حفاظت کے لیے تین بنیادی مراحل ہیں: قوانین کا نفاذ، تعلیم اور تربیت اور سب سے کمزور حصہ، یعنی انفورسمنٹ۔ قوانین موجود ہیں، لیکن ان پر عمل درآمد میں خلل، کرپشن اور ناقص نگرانی کے باعث حفاظتی نظام ناکافی رہتا ہے۔

انفرادی سطح پر بھی اقدامات ضروری ہیں۔ ہر گھر میں فائر ایکسٹینگشرز، اسموک ڈیٹیکٹر اور فائر بلینکٹ ہونا لازمی ہے۔ یہ بنیادی آلات کسی بھی آگ یا ہنگامی صورتِ حال میں فوری ردعمل کو ممکن بناتے ہیں۔ اگر لوگ اپنے گھروں میں یہ اقدامات کریں، تو زندگی اور جانی نقصان کی حفاظت ممکن ہے۔ بین الاقوامی تجربات بھی یہی بتاتے ہیں کہ ایمرجنسی کے وقت فوری ردعمل کے لیے فائر بریگیڈ، پولیس اور پیرامیڈیکل ویز تینوں ایک ساتھ پہنچیں اور رسپانس ٹائم تین سے پانچ منٹ تک محدود ہو۔ واقعہ کی شدت اور خطرے کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے یہ فوری اقدامات جان بچانے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ نہ صرف ادارے، بلکہ معاشرہ بھی حفاظتی اقدامات میں اپنا کردار ادا کرے۔ تعلیمی اداروں میں سول ڈیفنس اور فرسٹ ایڈ کی تربیت لازمی ہو تاکہ ہر فرد ایمرجنسی کی بنیادی مہارت سیکھ سکے اور کسی بھی حادثے یا آگ کی صورت میں مؤثر ردعمل دے سکے۔ یہ تربیت طلبہ اور عوام دونوں کے لیے لازمی ہونی چاہیے، تاکہ جان و مال کے نقصانات کم سے کم ہوں۔

کرنل (ر) مختار بٹ
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

ہم سب حادثات کے بعد زیادہ ہوشیار ہو جاتے ہیں اور پھر اگلے حادثے کا انتظار کرنے لگتے ہیں۔ یہ ہمارا قومی رویہ بن چکا ہے۔ بدقسمتی سے، ہر ادارے میں کرپشن موجود ہے، غیر قانونی تعمیرات، جعلی سرٹیفکیٹس اور رشوت کے ذریعے خطرناک حالات پیدا ہوتے ہیں۔ میرا ایک سال قبل گل پلازہ جانے کا اتفاق ہوا، پانچ دس منٹ کے لیے بھی وہاں رہنا ممکن نہیں تھا، ماحول میں گھٹن تھی اور چلنا بھی مشکل تھا۔ چھوٹی چھوٹی سیڑھیوں میں دکانیں بنائی گئی تھیں، بیسمنٹ میں بھی دکانیں تھیں۔ یہ سب آگ کے خطرات ہیں اور یہ سب کرپشن کے نتیجے میں ہوا۔ گزشتہ دو سالوں میں موجودہ حکومت نے 54 کھرب روپے کرپشن کرنے والوں سے ریکوری کی ہے، اس کا مطلب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ باقی کتنی دولت لوگوں کے پاس رہ گئی ہے؟ بہت سے لوگ بھوکے مر رہے ہیں اور ان کے بنیادی وسائل تک رسائی نہیں ہے۔ پاکستان میں ہر چیز کا قانون موجود ہے، لیکن مسئلہ ان قوانین کا نفاذ، احتساب اور سیاسی مرضی کی کمی ہے۔ حل یہ ہے کہ جو بھی بدعنوان پکڑا جائے، اسے سزا دی جائے، تاکہ کم از کم احتساب ممکن ہو۔

عمارتوں میں ذمے دار ادارے، جیسے بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی اور فائر ڈیپارٹمنٹ، اپنی ذمے داری سمجھے اور فوری ردعمل دیں۔ اس کے لیے ایک آزاد فائر سیفٹی اتھارٹی قائم کی جانی چاہیے جو صرف تعمیرات اور حفاظت پر نظر رکھے، تاکہ پورے ملک میں معیار یکساں ہو۔ ہمیں صرف گورنمنٹ پر انحصار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ سول سوسائٹی اور افراد کو بھی اپنی سطح پر محفوظ اقدامات کرنے ہوں گے۔ ہر گھر میں فائر ایکسٹینگشرز، اسموک ڈیٹیکٹر اور فائر بلینکٹ لازمی رکھنے چاہییں، تاکہ کسی بھی آگ کی صورت میں فوری ردعمل ممکن ہو۔ ایمرجنسی کے دوران رسپانس ٹائم تین سے پانچ منٹ تک محدود ہونا چاہیے، تاکہ جان و مال کی حفاظت یقینی بنائی جا سکے۔ اسکولوں اور اداروں میں بچوں اور عملے کو فرسٹ ایڈ اور فائر سیفٹی کی تربیت دی جائے، تاکہ ہنگامی حالات میں مؤثر ردعمل ممکن ہو۔ قدرتی آفات، جیسے زلزلے یا سیلاب، کے لیے منظم پروٹوکولز موجود ہوں اور عوام کو ان سے آگاہ کیا جائے۔ نیچرل فلو کے راستے بلاک نہ ہوں، تاکہ نقصان کم سے کم ہو۔ ہر فرد اور ادارے کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنی سطح پر حفاظتی اقدامات کرے، چاہے وہ گھر، دفتر یا معاشرہ ہو۔ یہ تمام اقدامات قوانین بنانے سے نہیں، بلکہ ان پر عمل درآمد، تربیت اور آگاہی سے ممکن ہیں۔ ہر فرد کو اپنی ذمے داری کا شعور ہونا چاہیے، تاکہ ایسے حادثات کی شدت کم ہو اور جان و مال محفوظ رہیں۔☆

۴۷ سال سے مسلسل شائع ہونے والا
معیاری اور پاکیزہ ادب کا شاہ کار بچوں کا اپنا
پسندیدہ رسالہ جو نونہالوں میں اعتماد و شعور
پیدا کر کے ان کی کردار سازی کرتا ہے
ماہ نامہ ہمدرد نونہال کا خاص نمبر
جولائی ۲۰۲۶ء میں شائع ہو رہا ہے۔
☆ قائد نونہال شہید حکیم محمد سعید کی ولولہ انگیز یادگار تحریریں
☆ محترمہ سعدیہ راشد کی انسانیت کی راہ دکھانے والی ایک خصوصی تحریر
☆ مسعود احمد برکاتی کی ایک مفید اور منفرد تحریر
☆ آپ کے پسندیدہ ادیب م۔ص۔ ایمن کا تجسّس سے بھرپور، مزے دار مکمل ناولٹ
☆ حیرت انگیز، سنسنی خیز، مزاحیہ، جادوئی، سائنسی، معاشرتی، سبق آموز اور مزے دار بہت سی کہانیاں آسان انعامی سلسلے۔ نونہالوں کی اپنی تحریریں اور تصویریں۔ خوب صورت نظمیں، دل نشیں اشعار، دل چسپ مُعمّا، سُود مند اقوال، مسکراتے لطائف، مزے دار پکوان، علم دریچے۔ نونہال لغت اور ڈھیر ساری معلومات۔
خاص نمبر کے ساتھ خاص تحفہ بھی
ہمدرد نونہال اردو، انگریزی زبانوں میں یکجا
رسالہ حاصل کرنے کے لیے:
www.naunehal.com
ای میل برائے نگارشات اردو:
contributionurdu@hamdardfoundation.org
ای میل برائے نگارشات انگریزی:
contributionnaunehal@hamdardfoundation.org
ڈاک کا پتا: ۱۶ ویں منزل، بحریہ ٹاؤن ٹاور، طارق روڈ، پی ای سی ایچ سوسائٹی، بلاک ۲، کراچی
قیمت خاص نمبر: ۳۰۰ روپے
سالانہ سبسکرپشن: ۱۹۵۰ روپے